اسلام کے تصورِ وراثت کا ایک مختصر جائزہ

ڈاکٹر ریحان اختر

اسلام ایک کامل اور اکمل دین ہے، جو اپنے ماننے والوں کو صرف مخصوص عقائد و نظریات کو اپنانے ہی کی دعوت نہیں دیتا بلکہ زندگی کے ہر موڑ پر یہ دین مسلمانوں کی رہنمائی کرتا ہے۔ اسلام کی یہ روشن اور واضح تعلیمات، اللہ تعالیٰ کی عظیم کتاب قرآن مجید اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی شکل میں مسلمانوں کے پاس محفوظ ہیں۔ انھی دو سرچشموں سے قیامت تک مسلمان سیراب ہوتے رہیں گے اور اپنے علم کی پیاس بجھاتے رہیں گے۔ اسلام جہاں ہمیں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دیگر عبادات کے حوالے سے رہنمائی فراہم کرتا ہے وہیں سیاست، معاشرت، معاشیات، اخلاقیات اور دیگر شعبہ ہائے زندگی میں بھی بھرپور تعلیمات عطا کرتا ہے۔

اسلام نے انسانی زندگی کو حُسنِ اعتدال فراہم کرنے کے لیے ایسے ایسے قوانین اور ضابطے متعارف کرائے ہیں، جن میں چھوٹی سے چھوٹی چیز سے لے کر بڑے سے بڑے معاملے کی وضاحت فرما دی ہے۔ ہر معاملے میں چاہے کوئی کمزور ہو یا طاقت ور، چھوٹا ہو یا بڑا، مرد ہو یا عورت اسے عدل و انصاف مہیا کیا ہے اور ہر حق دار کو اس کا حق دیا ہے۔ عدل و انصاف کے متلاشیوں کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے جان نثار صحابہؓ کے لاکھوں اقوالِ زریں مختلف کتب میں پھیلے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اسی طرح وراثت کی تقسیم کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عدل و انصاف مہیا کیا اور ہر وارث کو اس کا حق عطا فرمایا، خواہ وہ مرد ہے یا عورت، بچہ ہے یا بوڑھا، طاقت ور ہے یا کمزور، حتیٰ کہ ماں کے پیٹ میں موجود حمل کی وراثت تک کا بھی خیال رکھا گیا ہے۔ جب کوئی شخص اپنی حاملہ بیوی یا حاملہ بہو کو زندہ چھوڑ کر فوت ہو گیا ہو، اسلام نے اس حمل تک کو بھی میت کا وارث مقرر فرمایا ہے۔

● **فرائض و وراثت:** 'علم فرائض' وہ علم ہے جس سے میت کا ترکہ اس کے شرعی ورثا کے درمیان تقسیم کرنے کا طریقہ معلوم ہو۔ یاد رہے فرائض، فریضہ کی جمع ہے۔ فریضہ اللہ تعالیٰ کی بندوں پر عائدکردہ پابندیاں ہیں، جس کے لغوی معنی ہیں متعین چیز۔ چوں کہ میراث میں مستحقین کے حصّے متعین ہوتے ہیں، اس لیے ان حصوں کو فرائض کہا جاتا ہے، پھر رفتہ رفتہ علم میراث کو فرائض اور اس فن کے واقف کار کو فرضی، فراض اور فریض کہا جانے لگا۔ اس فن کا دوسرا نام علم المواریث بھی ہے: وَرِث، یَرِث ، اِرثا و میراثا کے معنی ہیں: وارث وخلیفہ ہونا، کسی چیز کا ایک سے دوسرے کے پاس منتقل ہونا۔ علم المواریث: اصطلاح میں اس علم کو کہتے ہیں، جس سے میت کی ملکیت اس کے زندہ ورثا کی طرف منتقل کی جاتی ہے۔ (مفتی سعید احمد پالنپوری، طرازی شرح سراجی، مکتبہ رحمانیہ لاہور ۱۴۲۳ھ، ص ۳۳-۳۴)

● **علمِ فرائض کی فضیلت:** وراثت جس کا قدیم اصطلاحی نام 'علم الفرائض' ہے مسلم معاشرے میں اس کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کے دستورِ حیات قرآن مجید میں جزئیات کے احاطے کے ساتھ اس کا تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے اور حدیث وفقہ کی کتابوں میں اس کے لیے مستقل ابواب قائم کیے گئے ہیں، اور اس کی اہمیت راسخ کرنے کے لیے ہر دور کے علما اور مفکرین نے اس جانب توجہ کی ہے۔

اسلامی فقہ میں 'فنِ میراث' کو امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں احکام بیان کرنے کے اپنے عمومی اسلوب سے ہٹ کر میراث کے مسائل کو زیادہ تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی میراث کی خصوصی اہمیت کے پیش نظر متعدد مواقع پر اس کے سیکھنے سکھانے کی ترغیب دی، بلکہ جہاں قرآن سیکھنے کا حکم دیا، وہیں میراث کے احکام سیکھنے پر زور دیا ہے۔ سلف صالحین کے ہاں یہ معمول رہا ہے کہ کسی طالب علم کو اس وقت تک حدیث کے درس میں نہیں بیٹھنے دیا جاتا تھا، جب تک وہ قرآن کریم حفظ اور میراث کے مسائل کو اَزبر نہ کرلیتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ علم میراث اور ترکہ ایسی چیز ہے، جس سے ہر مسلمان کو واسطہ پڑتا ہے اور پھر اس کا تعلق لوگوں کے مالی حقوق کے ساتھ بھی ہے۔

نظامِ معاشرت اور خاص کر نظامِ معیشت میں اکثر خاندانی جھگڑے اور لڑائیاں زر اور زمین

کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں اور یہی دو چیزیں وراثت کا موضوع ہیں۔ مسلمان معاشروں میں بھی فتنہ وفساد کی ایک بڑی وجہ وراثت کے معاملات میں مقررہ قواعد وضوابط کی خلاف ورزی اور ان حدود کا پاس نہ رکھنا ہے، جو اسلامی شریعت نے متعین کر دیے ہیں۔ اس کے اسباب و وجوہ میں جہاں اور بہت سی باتیں قابلِ توجہ ہیں وہاں لالچ کے علاوہ متعلقہ قانون سے ناواقفیت بھی ہے۔

جیسا کہ ذکر ہوا ہے کہ احادیث مبارکہ میں اس علم کو سیکھنے کی بڑی تاکید آئی ہے اور اسے نصف علم سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوهَا، فَإِنَّهُ نِصْفُ الْعِلْمِ وَهُوَ يُنْسَى، وَهُوَ أَوَّلُ شَيْءٍ يُنْزَعُ مِنْ أُمَّتِي، ''اے ابوہریرہ فرائض (یعنی میراث کے مسائل) سیکھو اور سکھاؤ! یقیناً یہ نصف علم ہے، اور وہ (یعنی میراث کا علم) سب سے پہلے بھلا یا جائے گا، اور سب سے پہلے میری اُمت سے جو چیز اٹھالی جائے گی وہ علم میراث ہے''۔ (ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، باب الحث علی تعلیم الفرائض، حدیث: ۲۷۱۹)

دوسری روایت میں ہے: تَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوا النَّاسَ فَإِنِّي مَقْبُوضٌ ''میراث اور قرآنِ مجید کا علم حاصل کرو اور لوگوں کو اس کی تعلیم دو کیونکہ میں وصال پانے والا ہوں''۔ (ابوعیسیٰ محمد ترمذی، سنن ترمذی، باب ماجاء فی تعلیم الفرائض، حدیث: ۲۲۳۴)

علمِ میراث کی اہمیت وافادیت بیان کرتے ہوئے، حضرت عمرؓ نے فرمایا: تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ، وَاللَّحْنَ وَالسُّنَنَ، كَمَا تَعَلَّمُونَ الْقُرْآنَ ''وراثت، لغت اور سُنن (یعنی مسائل شرعیہ) کا علم اسی طرح حاصل کرو جس طرح تم قرآن مجید سیکھتے ہو''۔ (عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی، سنن الدارمی، باب فی تعلیم الفرائض، حدیث: ۲۸۵۰)

دین کے وہ احکام جو قرآن وسنت سے ماخوذ ہیں، ان میں سے بعض کا تعلق عبادات سے، کچھ کا اخلاق وعادات سے، اور کچھ وہ ہیں جن کا تعلق مرنے کے بعد سے ہے۔ علم الفرائض بھی اسی قبیل سے ہے اور ہر انسان سے اس کا تعلق ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس باب کی سنگینی اور نزاکت کا لحاظ کرتے ہوئے اس کی جزئیات تک کو بھی واضح انداز میں بیان کیا ہے۔

● **دیگر مذاہب میں وراثت**: مذہب یہود میں وراثت کے حق دار صرف اور صرف بیٹے، باپ، بھائی، چچا ہی ہو سکتے تھے۔ عورت کو وراثت میں کوئی حصّہ داری نہیں ملتی تھی، خواہ وہ مرنے

والے کی ماں، بہن، بیٹی یا بیوی ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح عیسائی مذہب میں بھی صرف پلوٹھی کا بیٹا ہی وراثت کا حق دار سمجھا جاتا تھا۔ یہاں بھی عورت کو اس کے اس حق سے محروم رکھا جاتا تھا۔ ہندو مذہب کی روایات کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ خواتین کا ترکہ میں کوئی حصّہ نہیں ہے، یہاں سب چیزیں بڑے لڑکے کی ملکیت میں رہیں گی۔ (ڈاکٹر عبدالحیٔ ابڑو، میراث و وصیت کے شرعی ضوابط، شریعہ اکیڈمی، اسلام آباد، ۲۰۱۵ء، ص ۱۵ تا ۱۸)

نیز زمانۂ جاہلیت میں بھی یہی رواج عام تھا کہ عورتوں اور نابالغ بچوں کو وراثت سے محروم رکھا جاتا تھا اور ترکہ پورے کا پورا بڑے بیٹوں کے حوالے کیا جاتا تھا۔ عربوں کا اصول تھا کہ مالِ وراثت کے اہل صرف وہ ہیں جو میدان جنگ میں تلوار چلانے اور دشمن کا مقابلہ کرنے کے قابل ہوں۔ جن میں لڑنے اور قبیلے کے دفاع کی صلاحیت نہیں وہ میراث کے بھی حق دار نہیں ہیں۔ چونکہ عورتیں اور بچے اس اصول پر پورا نہیں اترتے تھے، اس لیے وراثت سے یکسر محروم رہتے تھے۔ (حافظ ذوالفقار علی، تقسیم وراثت کے شرعی احکام، مکتبہ بیت الاسلام، لاہور، ۲۰۱۸ء، ص ۱۷)

● **ترکہ اور چار حقوق**: میت جو مال چھوڑ کر جاتی ہے اس پر ترتیب وار چار حقوق مرتب ہوتے ہیں۔ شریعت کا اصول یہ ہے کہ مرنے والے کے مال سے پہلے شریعت کے مطابق اس کے کفن دفن کے اخراجات پورے کیے جائیں، جن میں نہ فضول خرچی ہو نہ کنجوسی۔ اس کے بعد اس کے قرضے ادا کیے جائیں۔ اگر قرضے اتنے ہی ہوں جتنا اس کا مال ہے، یا اس سے بھی زیادہ، تو نہ کسی کو میراث ملے گی نہ کوئی وصیت نافذ ہوگی۔ اگر قرضوں کے بعد مال بچ جائے یا قرضے بالکل ہی نہ ہوں، تو اگر اس نے کوئی وصیت کی ہو اور وہ کسی گناہ کی وصیت نہ ہو، تو اب جو مال موجود ہے اس کے ایک تہائی میں سے اس کی وصیت نافذ ہو جائے گی۔ اگر کوئی شخص پورے مال کی وصیت کر دے تب بھی تہائی مال ہی میں وصیت معتبر ہوگی۔ تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرنا مناسب بھی نہیں ہے اور وارثوں کو محروم کرنے کی نیت سے وصیت کرنا گناہ بھی ہے۔ اداء دین (قرض) کے بعد ایک تہائی میں وصیت نافذ کر کے وراثت شرعی وارثوں میں تقسیم کر دی جائے جس کی تفصیلات فرائض کی کتابوں میں موجود ہیں۔ اگر وصیت نہ کی ہو تو اداء دین کے بعد پورا مال میراث میں تقسیم ہوگا۔ (مفتی محمد شفیع عثمانیؒ، معارف القرآن، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، ص ۳۲۰-۳۲۱)

● **وراثت کی بنیاد:** اسلام کے نزدیک وراثت کی بنیاد تین چیزیں ہیں: ایک، نسب یعنی خون کا رشتہ۔ دوسرے، ازدواجی تعلقات یعنی میاں بیوی کا رشتہ جن سے نسبی رشتے وجود میں آتے ہیں۔ تیسرے، ولاء یعنی غلام کو آزاد کرنے کی نسبت۔

مستحقین ترکہ کی تفصیل ملاحظہ کیجیے:

۱- پہلے 'اصحابِ فرائض' کو ملے گا۔ اصحابِ فرائض میت کے وہ رشتہ دار ہیں، جن کے حصے شریعت میں متعین ہوں، ان کو 'ذوی الفروض' بھی کہتے ہیں۔

۲- 'اصحابِ فرائض' کو دینے کے بعد ترکہ 'عصبہ نسبی' کو ملے گا۔ 'عصبہ نسبی' میت کے وہ رشتہ دار ہیں جو 'اصحابِ فرائض' سے بچا ہوا اور 'اصحابِ فرائض' نہ ہونے کی صورت میں سارا ترکہ لے لیتے ہیں۔

۳- 'اصحابِ فرائض' اور 'عصبہ نسبی' نہ ہو تو ترکہ 'عصبہ سببی' کو ملے گا۔ 'عصبہ سببی' (مولی العتاقہ یعنی غلام کی وراثت) کا آج کل وجود نہیں ہے۔

۴- اگر 'عصبہ نسبی' اور 'سببی' میں سے کوئی نہ ہو اور ترکہ کچھ باقی رہ گیا ہو تو باقی ماندہ ترکہ زوجین کے علاوہ 'اصحابِ فرائض' کو حصوں کے بقدر دیا جائے گا، اسے 'رد' کہتے ہیں۔

۵- اگر 'اصحابِ فرائض' اور 'عصبات' میں سے کوئی نہ ہوں، تو 'ذوی الارحام' کو دیا جائے گا، اور 'ذوی الارحام' میت کے وہ رشتہ دار ہیں، جن کا حصّہ نہ قرآن وحدیث سے اور نہ اجماع سے مقرر ہو، اور نہ وہ عصبات میں سے ہوں، جیسے پھوپھی، خالہ، ماموں بھانجی، اور نواسہ وغیرہ۔

۶- 'ذوی الارحام' بھی نہ ہوں تو ترکہ 'مولی الموالات' کو دیا جائے گا۔

۷- اگر مولی الموالات بھی نہ ہو تو ترکے کا وارث وہ اجنبی شخص ہوگا، جس کے بارے میں میت نے یہ کہا ہو کہ وہ میرا نسبی رشتہ دار ہے، اسے 'مقرلہ بالنسب' کہتے ہیں۔

۸- اگر 'مقرلہ بالنسب' بھی نہ ہو تو ترکہ اس شخص کو دیا جائے گا، جس کے لیے میت نے سارے ترکہ کی وصیت کی ہو، اس کو موصی لہ بجمیع المال کہتے ہیں۔

۹- اگر اوپر ذکر کردہ افراد میں سے کوئی نہ ہو تو میت کا ترکہ بیت المال میں جمع کرا دیا جائے گا۔

● **وراثت سے محرومی:** مذکورہ اشخاص وراثت سے محروم رہیں گے: ایک غلام۔ دوسرا قاتل۔ تیسرا مختلف دین کا پیروکار اور چوتھا اختلاف ملک۔ اس کا اعتبار کافروں پر ہوگا مسلمانوں پر نہیں۔

• **تقسیمِ وراثت**: لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۠ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ۭ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۷ (النساء ۴:۷) مَردوں کے لیے اس مال میں حصّہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہو، اور عورتوں کے لیے بھی اُس مال میں حصّہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہو، خواہ تھوڑا ہو یا بہت، اور یہ حصّہ (اللہ کی طرف سے) مقرر ہے۔

اس آیت میں مرد و عورت کے حصّے بیان کرنے کے ساتھ ساتھ یہ قاعدہ بھی بتلا دیا گیا ہے کہ میراث کی تقسیم 'الاقرب فالاقرب' کے اصول پر ہوگی۔

مرنے والے کے مال متروکہ کو کس اعتبار سے اور کس وارث کو کتنا حصّہ ملے گا؟ اس کی بیش تر تشریح و تفصیل قرآن مجید کی سورۂ نساء میں بیان کی گئی ہے ملاحظہ ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> اللہ تمھاری اولاد کے بارے میں تم کو حکم دیتا ہے کہ مرد کا حصّہ دو عورتوں کے برابر ہے۔ اور اگر (صرف) عورتیں ہی ہوں، دو یا دو سے زیادہ، تو مرنے والے نے جو کچھ چھوڑا ہو، انھیں اس کا دو تہائی حصّہ ملے گا۔ اور اگر صرف ایک عورت ہو تو اسے (ترکے کا) آدھا حصّہ ملے گا۔ اور مرنے والے کے والدین میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصّہ ملے گا، بشرطیکہ مرنے والے کی کوئی اولاد ہو، اور اگر اس کی کوئی اولاد نہ ہو اور اس کے والدین ہی اس کے وارث ہوں، تو اس کی ماں تہائی حصّے کی حق دار ہے۔ ہاں، اگر اس کے کئی بھائی ہوں تو اس کی ماں کو چھٹا حصّہ دیا جائے گا (اور یہ ساری تقسیم) اس وصیت پر عمل کرنے کے بعد ہوگی جو مرنے والے نے کی ہو، یا اگر اس کے ذمے کوئی قرض ہے تو اس کی ادائیگی کے بعد۔ تمھیں اس بات کا ٹھیک ٹھیک علم نہیں ہے کہ تمھارے باپ بیٹوں میں سے کون فائدہ پہنچانے کے لحاظ سے تم سے زیادہ قریب ہے؟ یہ تو اللہ کے مقرر کیے ہوئے حصّے ہیں، یقین رکھو کہ اللہ علم کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک۔ (النساء ۴:۱۱)

قرآن نے واضح کر دیا کہ میراث کے جو حصّے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں، وہ اس کا طے شدہ حکم ہے، اس میں کسی کو رائے زنی یا کمی بیشی کا کوئی حق نہیں اور تمھیں پورے اطمینانِ قلب کے ساتھ اسے قبول کرنا چاہیے۔ تمھارے خالق و مالک کا یہ حکم بہترین حکمت و مصلحت پر مبنی ہے:

اور تمھاری بیویاں جو کچھ چھوڑ کر جائیں، اس کا آدھا حصّہ تمھارا ہے، بشرطیکہ ان کی کوئی اولاد (زندہ) نہ ہو۔ اور اگر ان کی کوئی اولاد ہو تو اس وصیت پر عمل کرنے کے بعد جو انھوں نے کی ہو، اور ان کے قرض کی ادائیگی کے بعد تمھیں ان کے ترکے کا چوتھائی حصّہ ملے گا۔ اور تم جو کچھ چھوڑ کر جاؤ اس کا ایک چوتھائی ان (بیویوں) کا ہے، بشرطیکہ تمھاری کوئی اولاد (زندہ) نہ ہو۔ اور اگر تمھاری کوئی اولاد ہو تو اس وصیت پر عمل کرنے کے بعد جو تم نے کی ہو، اور تمھارے قرض کی ادائیگی کے بعد ان کو تمھارے ترکے کا آٹھواں حصّہ ملے گا۔ اور اگر وہ مرد یا عورت جس کی میراث تقسیم ہونی ہے، ایسا ہو کہ نہ اس کے والدین زندہ ہوں، نہ اولاد، اور اس کا ایک بھائی یا ایک بہن زندہ ہو تو ان میں سے ہر ایک چھٹے حصّے کا حق دار ہے۔ اور اگر وہ اس سے زیادہ ہوں تو وہ سب ایک تہائی میں شریک ہوں گے، (مگر) جو وصیت کی گئی ہو اس پر عمل کرنے کے بعد اور مرنے والے کے ذمے جو قرض ہو اس کی ادائیگی کے بعد، بشرطیکہ (وصیت یا قرض کے اقرار کرنے سے) اس نے کسی کو نقصان نہ پہنچایا ہو۔ یہ سب کچھ اللہ کا حکم ہے، اور اللہ ہر بات کا علم رکھنے والا، بُردبار ہے۔(النساء۴:۱۲)

مفتی محمد شفیع صاحبؒ ان مذکورہ آیات کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ میراث کے حصّے بیان کرنے کے بعد اللہ پاک نے ارشاد فرمایا: وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ، یعنی جو کچھ حصّے مقرر کیے گئے اور دین اور وصیت کے بارے میں جو تاکید کی گئی، اس سب پر عمل کرنا نہایت ضروری ہے۔ اللہ پاک کی طرف سے یہ ایک عظیم وصیت اور مہتم بالشان حکم ہے۔ اس کی خلاف ورزی نہ کرنا، پھر مزید تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۲﴾ یعنی اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے اور اس نے اپنے علم سے ہر ایک کا حال جانتے ہوئے حصّے مقرر فرمائے۔ جو احکام مذکورہ پر عمل کرے گا اللہ کے علم سے اس کی یہ نیکی باہر نہ ہوگی اور جو خلاف ورزی کرے گا اس کی یہ بدکرداری بھی اللہ کے علم میں آئے گی، جس کی پاداش میں اس سے مواخذہ کیا جائے گا۔ نیز جو کوئی مرنے والا دین یا وصیت کے ذریعے سے ضرر پہنچائے گا اللہ کو اس کا بھی علم ہے، اس کے مواخذہ سے بے خوف نہ رہو، ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خلاف ورزی کرنے پر اس دنیا میں سزا نہ دے، اس لیے کہ وہ حلیم ہے،

خلاف ورزی کرنے والے کو یہ دھوکا نہ لگنا چاہیے کہ میں بچ گیا۔(ایضاً،ص ۳۳۱)

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جہاں ہر شعبہ سے متعلق مکمل رہنمائی ملتی ہے۔ چنانچہ فرائض و میراث کے تعلق سے بھی اسلام نے گذشتہ تمام رسوم و رواج کو عدل وانصاف اورفطرت کے خلاف بتا کر جہاں ایک منصفانہ اور عادلانہ نظام میراث متعارف کرایا ہے اور صالح اور تندرست معاشرے کے قیام کے لیے اصول وضع کیے ہیں، وہیں گردش دولت کی جانب بھی توجہ دلائی ہے کہ دولت کی فطرت میں گردش ہے نہ کہ ارتکاز، حالانکہ کچھ مغرب زدہ اوراسلام دشمن لوگ اسلام کے نظامِ میراث پر اعتراضات کرتے ہیں کہ اسلام میں یہاں عورت اور مرد کے لیے مساوات نہیں ہے اورعورت کوکم تر باور کرایا گیا ہےتو اس سے کیسے صالح معاشرہ کا وجود ہوسکتا ہے؟ ان کے لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسلام نے عورت اور مرد کے درمیان اس میراث کے اصول میں عدل وانصاف سے کام لیا ہے جس میں عقل وتدبر کی ضرورت ہے۔

اس تعلق سے مفتی سعید احمد پالنپوریؒ لکھتے ہیں: ’’ایک، مرد جنگ کرتے ہیں اور اہل وعیال اور اموال و اعراض کی حفاظت کرتے ہیں۔ دوم، مردوں پر مصارف کا بار زیادہ ہے، اس لیے مالِ غنیمت کی طرح بے مشقت اور بے محنت ملنے والی چیز کے مرد ہی زیادہ حق دار ہیں، اورعورتیں نہ جنگ کرتی ہیں نہ ان پر مصارف کا بار ہے۔نکاح سے پہلے ان کا نفقہ باپ کے ذمہ ہے،نکاح کے بعد شوہر کے ذمے، بیوہ ہو جائے تو اولاد کے ذمے، اولاد نہ ہو تو حکومت کے ذمے، حکومت کفالت نہ کرے تو مسلمانوں کے صالح معاشرہ کے ذمہ، اس لیے ان کو میراث سے حصّہ کم دیا گیا ہے‘‘۔ (مفتی محمد سعید احمد،تفسیر ہدایت القرآن، مکتبہ حجاز، دیوبند،۱۴۳۸ھ، ج۱،ص ۵۷۲-۵۷۳)

● **عصرِ حاضر اور وراثت:** اسلام نے ’علم فرائض‘ کی جتنی اہمیت اور فضیلت بیان کی ہے، آج حالات میراث کے تعلق سے اتنے ہی بدتر ہیں اور آپ کی پیش گوئی اِس وقت کے حالات کی پوری پوری ترجمانی کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔اس کے پس پشت چند اسباب ہیں جن کے باعث آج عوام کی ایک بڑی تعداد وراثت کی تقسیم کے حوالے سے کوتاہیوں میں ملوث ہے، جیسے ہمارے یہاں مالِ وراثت حکمِ شریعت کے مطابق تقسیم نہیں کیا جاتا۔اسی طرح شرعی اعتبار سے میت کا چھوڑا ہوا تمام مال، مالِ وراثت ہے، چاہے وہ نقدی، سونا، چاندی، زمین وجائیداد اور مکان ودوکان وغیرہ

کسی بھی شکل میں ہو، لیکن عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ لوگ اس سلسلے میں بھی بہت کوتاہی اور لاپروائی سے کام لیتے ہیں، اور چھوٹی موٹی چیزیں مثلاً سونے یا چاندی کی کوئی انگوٹھی، یا بوقتِ غسل میت کی جیب سے نکلنے والی تھوڑی بہت نقدی کو، مال وراثت میں شامل نہیں کرتے، اور وہ چیز جس کے ہاتھ لگتی ہے، وہی اس کو استعمال کر لیتا ہے۔ شرعاً ایسا کرنا حرام ہے کیونکہ وہ بھی مال وراثت ہے اور اس میں بھی تمام ورثا کا حق ہے۔ بعض لوگ میت کے ذمہ واجب الادا قرض کی ادائیگی سے انکار کر دیتے ہیں اور میت کا چھوڑا ہوا تمام مال وراثت باہم تقسیم کر لیتے ہیں۔

کچھ لوگ جہیز کی شکل میں دی جانے والی اشیا کو وراثت کا بدل سمجھ کر اپنی بیٹیوں یا بہنوں کو وراثت سے ان کا حصّہ نہیں دیتے، جس کا آج کافی رواج ہو گیا ہے۔ یہ خیال سراسر باطل ہے، لہٰذا اپنی بہن یا بیٹی کی شادی کے انتظامات میں جو اخراجات کیے جائیں یا اُسے تحفے تحائف دیے جائیں، انھیں وراثت کا بدل ہرگز تصور نہ کیا جائے۔ عورتوں کو مختلف بہانوں یا ڈرا کر وراثت سے ان کو حصّہ نہیں دیا جاتا۔ اور لوگ اس خیال سے مالِ وراثت تقسیم کرنے میں رکاوٹ بنتے ہیں کہ موروثی جائیداد کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے اور بیٹیوں کو دی جانے والی جائیداد یا مال وراثت کے پرائے لوگ (یعنی شوہر اور اس کی اولاد) وارث بن جائیں گے۔

الغرض اسلام ہی وہ دین ہے، جس نے ہماری زندگی کے لیے عائلی اصول وضوابط بھی اسی طرح متعین کیے ہیں، جس طرح انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لیے کیے ہیں۔ دیگر معاشروں اور مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان معاملات خدائی ہدایات کی بنیاد پر نہیں بلکہ روایات اور کلچر کی بنیاد پر طے ہوتے ہیں۔ چنانچہ دنیا کے مختلف خطوں اور علاقوں میں ایک ہی مذہب کے ماننے والوں کے یہاں یہ معاملات مختلف انداز سے انجام پاتے ہیں، جب کہ اسلام کا عائلی نظام پوری دنیا میں یکساں طور پر نافذ وجاری ہے اور اگر کہیں جاری نہیں ہے (جیسے آج کل وراثت کے موضوع کو ہی لوگ بھول چکے)، تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہاں کے لیے اسلام کی ہدایات اور تعلیمات تبدیل ہوگئی ہیں۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اللہ کے اس مقدس سبق کو پھر سے یاد کریں اور نصف علم پر مبنی وراثتِ اسلامی کو اختیار کر کے حقوق العباد کو ادا کریں۔